ایسا ذخیرہ ہے جو بلا شبہہ ضروری تشریحات چاہتا ہے، مگر اس ذیل میں سرتاپا، ناگہاں، کندن، قمچی جیسے الفاظ و مرکبات بھی شامل ہوگئے ہیں۔ یہی صورت تلفظِ الفاظ اور حرکات کے لزوم مالا یلزم کی ہے؛ جس سے خیال ہوتا ہے کہ اردو کے موجودہ طلبہ و اساتذہ کے بارے میں مرتب کی رائے تشویش ناک حد تک خراب ہوگئی ہے، لیکن پھر اس صورت میں بھی کیا یہ بہتر نہ ہوگا کہ بالخصوص نصابی اشاعتوں میں، لغتوں اور فرہنگوں کی طرف رجوع کرانے کا کچھ نہ کچھ موقع طلبہ و اساتذہ کے لیے باقی رہنے دیا جائے۔

۳۔ دستور زبان اردو

مؤلف: پروفیسر محمد رضا ملک اہوازی۔

ناشر: مؤلف خود۔

مبصر: نجم الاسلام۔

سندھ یونیورسٹی کے ادارۂ لسانیات میں ایک خوش گوار اضافہ ہوا ہے کہ دانش گاہ شیراز کے استاد زبان و ادبیات فارسی کو اسلامی جمہوریۂ ایران کی وزارت فرہنگ و آموزش عالی کی طرف سے فارسی تدریس کے لیے سندھ یونیورسٹی جام شورو بھیجا گیا ہے۔ موصوف ایک خوش اخلاق ملنسار عالم کی حیثیت سے اب یہاں بخوبی جانے پہچانے جاتے ہیں۔ ان کی موجودگی سے ہماری یونیورسٹی کے ادارۂ لسانیات اور بالخصوص اس کے شعبۂ فارسی کو بہت تقویت ملی ہے۔ انہیں زبانِ اردو کی تدریس و تحصیل سے بھی شغف ہے۔ اکثر شعبۂ اردو میں تشریف لاتے ہیں اور اردو زبان و ادب کے بارے میں اپنی واقفیت میں اضافے کے لیے گفتگو فرماتے ہیں۔ ساتھ ہی فارسی زبان و ادب کی تحصیل کی طرف ترغیب بھی دلاتے ہیں، حالانکہ اس زبانِ شیریں کی زلف گرہ گیر کے اسیر ہم اردو کے سب اساتذہ پہلے ہی سے ہیں۔ ایک روز موصوف نے ہمیں شیرازی لہجہ

سکھانے کا وعدہ فرمایا جو کچھ ہماری اور کچھ ان کی مشغولیت کے سبب سے ابھی تک تشنۂ تکمیل ہے۔

اردو زبان سے پروفیسر موصوف کی دل چسپی کا ایک مجسم اور بیّن ثبوت ان کی تالیف کردہ کتاب "دستور زبان اردو" ہے جو انھوں نے سندھ یونیورسٹی میں اپنے قیام کے دوران ۱۹۹۲ء میں حیدرآباد سندھ سے شائع کرائی ہے۔ اس کتاب کا مقصد تالیف یہ ہے کہ ایرانی طلبہ و طالبات کے لیے اردو سکھانے والی ایک ایسی ابتدائی نصابی کتاب موجود ہو جس کو پڑھنے کے بعد اردو زبان کے ضروری بنیادی قواعد سے واقفیت حاصل ہوجائے اور طلبہ و طالبات بنیادی ذخیرۂ مصادر پر بھی مطلع ہو جائیں۔ کتاب کا مقدمہ زبان اردو کے بارے میں ہے۔ اس میں اردو زبان کی ہیئتِ ترکیبی، رسم الخط اور نظام حروف تہجی پر روشنی ڈالی گئی ہے، پھر اسم، فعل، حرف سے متعلق اسباق مع سوالات و تمرینات درج ہیں۔ آخر میں ۶۱۵ فارسی مصادر اور ان کے اردو مترادفات کی فہرست ہے جو ایرنی طلبہ و طالبات کو اردو بولنے، پڑھنے اور لکھنے میں معاون ہوگی۔ اگر وہ بنیادی اردو قواعد کے ساتھ ان مصادر کے اردو مترادفات پر عبور حاصل کرلیں گے تو ہمیں امید ہے کہ اردو کی تحصیل کا ایک مرحلہ بخوبی طے ہو جائے گا۔

فاضل مؤلف اِس نصابی سلسلے کو آگے بڑھانے کا عزم رکھتے ہیں اور ایک ایسی کتاب لکھنے کی طرف متوجہ ہیں جو اردو سیکھنے والے ایرانی طلبہ و طالبات کی پیش رفت کا دوسرا مرحلہ ثابت ہو۔ وہ بڑی مستعدی کے ساتھ اردو زبان کی نفاستوں اور نزاکتوں کو گرفت میں لینے اور اس کے غوامض پر عبور حاصل کرنے میں کوشاں ہیں۔ جام شورو میں قیام کے دوران اردو زبان سے ان کی واقفیت بڑھی ہے

اور توقع ہے کہ اس نصابی سلسلے کو وہ کامیابی کے ساتھ پایۂ تکمیل تک پہنچائیں گے۔ ایسے کاموں میں تدریس کا عملی تجربہ مددگار ہوتا ہے۔ ان کی تالیف "دستور زبان اردو" بھی چند برس کے عملی تجربے کے بعد مزید بہتر و برتر بنائی جا سکتی ہے۔ ہمیں امید ہے کہ وہ اس تجربے کے بعد کتاب پر تجدیدِ نظر کرکے اِسے مزید بہتر بنالیں گے۔ طبع ثانی کی نوبت آنے پر اس کو بہتر کتابت و طباعت کے ساتھ پیش کیا جانا چاہیے۔

آخر میں مؤلف محترم کو اِس تالیف پر دلی مبارکباد پیش کی جاتی ہے کہ انھوں نے اردو اور فارسی روابط کو دو طرفہ بنا دیا ہے۔ ہم اہل پاکستان بلکہ جملہ اسلامیان برصغیر کی قومی زبان اردو اور دیگر علاقائی زبانوں کے لیے فارسی کلاسیکل زبان کا درجہ رکھتی ہے اور صدیوں سے ان کے لیے قوت و توانائی کا سرچشمہ اور تہذیبی و ملّی مقاصدِ اتحاد کا ذریعہ رہی ہے، اور اب بھی ہے۔ مگر اِس ربط و تعلق کو دو طرفہ بنانے کے لیے ضروری تھا کہ ایرنی طلبہ و طالبات کو اردو سکھانے کی بھی ایک سنجیدہ اور متین کوشش کی جائے جس سے ملّی اتحاد و ہم آہنگی کی مزید راہیں کھلیں۔ اس لیے ہمارے نزدیک فاضل مؤلف نے یہ کتاب لکھ کر ایک نہایت درست قدم اٹھایا ہے جس کے لیے وہ اردو داں حلقوں کی طرف سے ہدیۂ تبریک و تحسین کے مستحق ہیں۔

پس نوشت: پروفیسر موصوف نے بصورت مکتوب راقم ناچیز کی کتاب "دو آہنگ" پر اظہار خیال فرمایا ہے جو منتخب فارسی اشعار کا منظوم اردو ترجمہ ہے۔ اس تبصرے میں مشفقانہ کلمات خیر کے ساتھ بعض تسامحات کی نشان دھی بھی ہے، اور ناقدانہ تجزیہ بھی۔ تہ دل سے